مولانا ریاض الحسن نوری ایم۔ اے

نفاذِ شریعت

(۱)

کون ہے تارک آئینِ رسولِ مختار؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امراء نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملّتِ بیضا غربا کے دم سے (اقبال)

ڈاکٹر اقبال مزید احتجاج کرتے ہیں:

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے
زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

دولتِ خداداد پاکستان کے وزراء اور امراء قرآن و سنت اور اسلامی روایات پر ایمان لانے کا حلف اٹھاتے ہیں۔ اس حلف اٹھانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ آئینِ خداوندی یعنی شریعت پر ایک سال بعد عمل کریں گے۔ جب ایک شخص یہ حلف اٹھاتا ہے کہ فلاں عورت کو اپنی بیوی کی حیثیت سے میں قبول کرتا ہوں تو اگر وہ یہ کہے کہ میں اس عورت سے ایک ماہ بعد نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو یہ کتنی عجیب سی بات ہوگی۔ کیونکہ قبولیت کا اعلان ہی تو اصل میں نکاح ہے جس کے ساتھ ہی اس کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہو جائیگا ظاہر ہے اس صورت میں یہی کہا جائیگا کہ اس کا حلف جھوٹا ہے، یا

وہ لوگوں کو دھوکا دینے کی ناکام کوشش کر رہا ہے الا یہ کہ وہ صحیح الدماغ نہ ہو۔ یہی حال ہمارے وزراء کا رہا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ سادہ لوح عوام کو کچھ مدت تک دھوکے میں مبتلا رکھنے میں کامیاب رہے۔ ان کا حلف جبھی سچا ہو سکتا تھا جب وہ حلف اٹھانے کے ساتھ فوراً اس پر عمل شروع کر دیتے۔ تاخیر کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حلف توڑ دیا ہے یا وہ مخلص نہیں ہیں۔ حلف کے الفاظ زمانہ حال سے متعلق ہوتے ہیں مستقبل سے نہیں۔ پس حلف میں سچا ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ حلف اٹھاتے ہی وہ حکومت کے سلسلہ میں کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اس کی تصدیق کر لیں کہ وہ یہ قدم قرآن وسنت کے مطابق اٹھا رہے ہیں یا نہیں؟ اس کے لئے چاہے انہیں ماہرینِ قرآن وسنت کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا پڑے یا جو بھی وہ طریقہ مناسب سمجھیں اختیار کریں ورنہ وہ اپنے حلف میں حانث ہوں گے اور آئینِ خداوندی کے تارک کہلائیں گے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو صاف کہہ دیا تھا کہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کے ساتھ ساتھ عوام کو دین سکھانا بھی تمہاری ڈیوٹی ہے۔ استیعاب تذکرہ معاذ بن جبل میں ہے کہ:

"بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاضیا الی الجند من الیمن لیعلم الناس القرآن وشرائع الاسلام"

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کو قرآن اور شریعتِ اسلامی کی تعلیم دیں۔

بھلا سوچئے تو سہی، ایسے رسولؐ کی امت میں بھلا وہ شخص کیسے وزیر یا حاکم بن سکتا ہے جو قرآن کو بھی نہ سمجھ سکتا ہو اور حدیث سے بھی جاہل ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حجاج جیسا گورنر بھی مجبور تھا کہ وہ عوام کو مسجد میں آکر جمعہ کا خطبہ دے۔ کیا ہمارے وزراء اتنے کم علم ہیں کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ حکومت اسلامی کا فریضہ صرف دنیاوی فلاح نہیں ہے بلکہ ان کا اولیں فرض تو آخرت کی فلاح ہے اور دنیا کی فلاح کی ذمہ داری ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اخروی فلاح کیلئے ہی دنیاوی فلاح کی ضرورت پڑتی ہے۔

اس کے برعکس جہاں تک ذمیوں کا تعلق ہے ان کی دنیاوی فلاح کی ذمہ داری مسلمان حکومت کی اولیں ذمہ داری ہوتی ہے اور ان کی اخروی فلاح کے متعلق سوچنا ثانوی ذمہ داری قرار پاتی ہے۔ شرع محمدی کے مطابق حکام عوام کے حاکم ہوتے ہیں اور علمائے حق جو جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہتے ہیں، وہ حکام پر حاکم ہوتے ہیں۔

———— اس کی دو مثالیں ازمنۂ وسطیٰ سے بھی نہیں بلکہ ماضی قریب سے پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ دنیا پر فرنگیوں کی سیادت قائم ہونے سے ذرا پہلے تک اسلامی روایات کیا تھیں جن پر ایمان لانے کا حلف ہمارے وزراء وغیرہم اٹھاتے ہیں؟

ایران کے شاہ ناصر الدین قاچار نے بنک وغیرہ کے ٹھیکے دینے کے بعد، مارچ ۱۸۹۰ء کو ایک یورپین کمپنی کو ایران کے تمباکو کی کاشت کا اجارہ دے دیا - اس پر شیخ جمال الدین افغانی (جن کے ہاتھ کا بوسہ لینے کا ذکر اقبال نے جاوید نامہ میں کیا ہے) نے ایران کے مجتہد اعظم کو بصرہ سے ایک خط لکھا جس میں شاہ کے اس اقدام پر تنقید کی گئی تھی اور بادشاہ کے متعلق لکھا کہ اس کی سیرت خراب ہے، علانیہ شراب پیتا ہے وغیرہ وغیرہ - اس خط کو پڑھ کر مجتہدین نے جو فتویٰ شائع کیا وہ ایک سطر کا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - آج سے تمباکو کا استعمال کسی صورت میں ہو، امام وقت سے بغاوت کے مترادف ہے"

یہ ایک سطر تھی جس نے ایران اور شاہِ ایران کی قسمت کا فیصلہ کر دیا - بقول براؤن:

"ایک صبح جب شاہ نے محل میں قلیان طلب کیا تو خدام نے عرض کیا کہ محل میں تمباکو کا ایک پتہ بھی موجود نہیں - فتویٰ کے مطابق سب ضائع کر دیا گیا"

"یہ واقعہ ایک عظیم الشان تاریخی حیثیت رکھتا ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ صدی میں پہلی دفعہ علماء اسلام نے عامۃ الناس کی آواز سے متحد ہو کر ایک پوری قوم کے مستقبل کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پہلی دفعہ مذہبی جماعت اپنے حجروں سے نکل کر رائے عامہ کی راہنما بنی - ایران کے صوبوں میں ہر طرف بغاوتیں اور بلوے شروع ہو گئے بالآخر شاہ کو تمباکو کا ٹھیکہ منسوخ کرنا پڑا - رائے عامہ کے مقابلہ میں مطلقیت کی یہ پہلی شکست تھی اور آخری شکست کی تمہید - بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس وقت شیخ نے یہ خط نہ لکھا ہوتا اور مجتہدین کا فتویٰ نافذ نہ ہوتا تو آج ایران خدا جانے کیسی بدترین حالت کا شکار رہتا" (آثار جمال الدین افغانی مؤلفہ قاضی عبدالغفار ص ۲۴۴، ۲۵۲)

دوسرا واقعہ محاصرہ ادرنہ کا ہے جس کو اقبال نے نظم کیا ہے ؎

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی — حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہو گیا
گردِ صلیب گردِ قمر حلقہ زن ہوئی — شکری حصارِ درنہ میں محصور ہو گیا
مسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام — روئے امید آنکھ سے مستور ہو گیا
آخر امیرِ عسکرِ ترکی کے حکم سے — "آئینِ جنگ" شہر کا دستور ہو گیا

ہر شے ۔۔۔ کی ذخیرہ لشکر میں منتقل ، شاہیں گدائے دانۂ عصفور ہو گیا
لیکن نصیبہ شہر نے جس دم سنی یہ بات گرما کے مثل صاعقہ طور ہو گیا
"ذمی کا ۔۔ لشکرِ مسلم پہ ۔۔۔ فتوٰی تمام شہر میں مشہور ہو گیا
چھوٹی نہ ۔۔ بھی ۔۔۔ و نصاریٰ کا مال فوج
مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا!

فوجیوں نے فتوٰی کی پیروی کر کے اسلام کی جتنی خدمت کی وہ نشستند و گفتند و برخاستند کی سربراہی کانفرنسوں سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ نظام محمدی کافروں کے لئے بھی رحمت ہے۔ مذکورہ نظم سے ثابت ہو گیا کہ ڈاکٹر اقبال (جن کا آج کل سال منایا جا رہا ہے) اور خلافتِ عثمانیہ کے نزدیک شرعِ محمدی کے فتوٰی کے آگے مارشل لا کی بھی کوئی حقیقت نہیں بلکہ مارشل لا کیلئے بھی شریعت کی پابندی ضروری ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کا اپنا بھی ایک مجموعۂ قانون تھا جس کا نام مجلۃ الاحکام تھا۔ ان کے ملٹری قوانین بھی ہوں گے مگر شرعی فتوٰی سب سے بازی لے گیا اور فوج نے مفتی کے فتوٰی پر عمل کیا۔ بانیٔ پاکستان نے بھی اعلان کر دیا تھا کہ "سوائے جاہلوں کے سب جانتے ہیں کہ قرآن مسلمانوں کا مذہبی، سوشل، سول، کمرشل، ملٹری، عدالتی کرمنل پینل کوڈ ہے" (پیغامِ عید ۱۹۴۵ء) پھر ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو فرمایا:

"میں ان کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ دانستہ اور شرارت سے یہ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔"

انبیاء بھی ہنگامی حالت یا وقتی مصلحت کے تحت کوئی حکم اپنی مرضی سے قرآنی حکم سے باہر نہیں دے سکتے عوام کے قرآنی بنیادی حقوق معطل نہیں کئے، وقتی مصلحت سے مجبور ہو کر آپؐ نے ایک اندھے سے بے رخی برتی تو فوراً وحی سے تنبیہ کی گئی۔ قرآنِ مجید سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ کسی کو شراب، جوئے یا کسی اور نافرمانی کا پرمٹ دے سکیں۔ پس جو حکمران قرآنی حدود سے باہر حکم صادر کرتے ہیں وہ اپنے کو نبیؐ سے زیادہ مختار سمجھنے کی وجہ سے ختمِ نبوت کے منکر سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ یہی حال ان کے معاونین کا ہے۔ ہنگامی حالات میں بھی عدالتوں نے خلفائے راشدین و دیگر خلفاء کے خلاف فیصلے دیئے ہیں۔ عدالتوں کے اختیارات کم کرنے کی طاقت اور اختیار خلفائے راشدینؓ کو بھی حاصل نہ تھا۔ قصاص میں قاضی نے سلطان محمد تغلق بادشاہ ہند کو ایک لڑکے کے ہاتھوں اکیس چھڑیاں لگوائیں، حتیٰ کہ ایک بار سلطان کی کلاہ بھی گر پڑی ہے

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر — ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

قرآنِ مجید کے مطابق انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے مگر جب وہ وحی کے خلاف حکومت اور فیصلے کرتا ہے اور ایسے خود ساختہ قوانین نافذ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ یعنی آئین کے مطابق ساورن (حاکمِ اعلیٰ) کے احکام سے متصادم ہوتے ہیں تو وہ محض زبانی کلامی نہیں بلکہ عملی طور پر اللہ تعالیٰ یعنی آئین میں تسلیم کردہ حاکمِ اعلیٰ کا باغی بن کر خود آئین کی سب سے اہم شق کو توڑنے والا قرار پاتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں کہ "آئینِ ملّتِ محمدیہ قرآن است" یہ انکی نظم کا عنوان ہے۔

مزید فرماتے ہیں ؎

وائے بر دستورِ جمہورِ فرنگ — مردہ تر شد مردہ از صورِ فرنگ
گرچہ دارد شیوہ ہائے رنگ رنگ — من بجز عبرت نگیرم از فرنگ
اے بہ تقلیدش اسیر آزاد شو — دامنِ قرآں بگیر آزاد شو

یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ انسان کا علم قلیل ہے۔ پس ہمارا مستقل آئین اور اعلیٰ ترین قانونی کتاب قرآن ہے۔ جو زمان و مکان کے سوال ہی سے بالاتر ہے اور علیم و خبیر و حاکمِ اعلیٰ کا مکمل و آخری فرمان ہے یا یوں کہیے کہ آئین سے بالاتر دستاویز (SUPRA CONSTITUTIONAL DOCUMENT) ہے جو آئین کے لئے بھی حکم کی حیثیت رکھتی ہے۔ پس آئین کی جو شق یا ملک کا جو قانون بھی قرآن و سنت کے خلاف ہے وہ خود بخود بغیر کسی اعلان کے آئین ہی کی رو سے معطل قرار پاتا ہے کیونکہ آئین میں اللہ تعالیٰ کو حاکمِ اعلیٰ تسلیم کیا گیا ہے اور اسلام کو حکومت کا مذہب مانا گیا ہے۔ پس حاکمِ اعلیٰ کے مستقل احکام کی خلاف ورزی تو خود آئین کی خلاف ورزی سے بھی بڑا جرم قرار پاتی ہے۔ پس اللہ یعنی ساورن کے احکامات کی خلاف ورزی کو روکنا ہر سول و فوجی ملازم بلکہ ہر شہری کا فرض ہے اور اس کے لئے جہاد کرنا سرکاری ملازمین پر عوام کی نسبت زیادہ سختی سے واجب ہے کیونکہ وہ تنخواہ ہی آئین میں اعلان کردہ حاکمِ اعلیٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور اس کی فرمانبرداری کرنے کے لئے وصول کرتے ہیں۔ اس بات کا اعلان بانیٔ پاکستان بھی کر چکے ہیں۔ مملکت کے کسی بھی وزیر وغیرہ کے لئے اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کیونکہ وہ قرآن و سنت پہ ایمان لانے کا حلف اٹھاتا ہے۔ انکار کی صورت میں اس کا حلف ہی جھوٹا ہو جاتا ہے اور وہ آئین کی رو سے خود بخود معزول ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون یا آئین کی فرمانبرداری قرآنِ مجید، اللہ تعالیٰ یا اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری سے زیادہ ضروری ہے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ـــــ انگریزی کے ناول "اولیور ٹوسٹ" میں جس قانون کو گدھا کہا گیا ہے وہ انسانوں

کا بنایا ہوا قانون تھا۔

اگرچہ تھوڑا علم خطرناک ہوتا ہے۔ پھر بھی وزراء وغیرہ کے لئے از حد ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت سے متعلق وہ تمام لٹریچر کم از کم جس کے تراجم ہو چکے ہیں، فوراً پڑھ لیں ورنہ لاعلمی کی وجہ سے وہ ایسے احکام صادر کر دیتے ہیں یا ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو قرآن وسنت یعنی خود ان کے حلفیہ بنیادی ایمان ہی کے الٹ ہوتی ہیں۔ ان کو سن کر وہ شہری جو قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہیں، شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں اور اپنے ہی حلفیہ ایمان کو سبوتاژ کر کے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر رہے ہیں۔

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے کہ مشرق میں عوام اپنے مذاہب کے قوانین کے ماتحت ہوتے ہیں جن پر ان کا ایمان ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں نظریات اور عقائد میں اختلاف ہو وہاں اگر آزادی کی کوئی رمق بھی باقی رکھنی ہو تو اسی قسم کی چیز کی ضرورت ہے۔ (پولیٹیکل آئیڈیلز ص ۵۳)

مزید وہ لکھتا ہے کہ "کمیونزم اور نازی ازم کے جو نئے نظریات پیدا ہوئے ہیں وہ قدیم نظریات سے بھی بدتر ہیں۔" (میں عیسائی کیوں نہیں؟ ص۱۹۵)

پھر لکھتا ہے کہ "خدا کو حکومت سے الگ کرنا اس لئے ضروری ہوتا ہے تاکہ زمین کے جباروں کیلئے جگہ خالی کی جا سکے۔" (پاور مؤلفہ رسل ص ۱۷۵) (یعنی ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی)

اور رقمطراز ہے "لینن، مسولینی اور ہٹلر بھی جمہوریت ہی کی بنا پر حکمران بنے تھے" (ایضاً ص۳۳)

انگلینڈ کے وزیر اعظم پٹ کی یہ بات انگریزی زبان کا مقولہ بن گئی کہ "ہر انسانی آزادی کو دبانے اور حقوق پر قدغن لگانے کیلئے مصلحت اور ضرورت کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ جباروں کی منطق اور غلاموں کا عقیدہ ہے۔"

ایڈمنڈ برک نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا "سب کیلئے ایک اور صرف ایک قانون ہے جو تمام قوانین کے لئے حکم ہے یعنی ہمارے خالق کا قانون (LAW OF OUR CREATOR)"!

امریکی سائنسدانوں کے علاوہ امریکی سیاست دانوں کو بھی خدائی قانون کی بالادستی تسلیم کرنی پڑی مثلاً سیوارڈ (H. W. SEWARD) نے امریکن سینٹ میں اعلان کیا کہ ایک قانون آئین سے بھی برتر ہے:

"BUT THERE IS A HIGHER LAW THAN THE CONCTITUTION."

ملٹن نے کہا کہ "خدا تمہارا قانون ہے۔" (GOD IS THY LAW.)

افلاطون نے کہا کہ "جمہوریت استبداد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔"

(ان حوالہ جات کے لئے دیکھئے پینگوئن کی انگریزی ڈکشنری کلاہ عبارات صفحہ ۲۸۲، ۱۸۱، ۱۸۰، ۳۰۸، ۲۵۷)

جمہوریت کو استبداد میں تبدیل ہونے سے روکنے کے لئے واحد طریقہ خدائی قانون کا نفاذ ہے۔ جس کا اعتراف رسل جیسے غیر مذہبی شخص کو بھی کرنا پڑا۔

اور قرآن مجید نے تو صدیوں پہلے اعلان فرما دیا تھا:

"ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین" (الانعام: ۵۷)

"یعنی حکم کسی کا نہیں بجز اللہ کے ــــ (وہ) حق بتلاتا ہے اور وہی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے"

نیز فرمایا:

"ولا یشرک فی حکمہ احدا" (الکہف: ۲۶)

"اللہ تعالیٰ حکم کے معاملہ میں کسی کو شریک نہیں فرماتا"

"بانی پاکستان نے اعلان کیا:

اسلامی حکومت میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع صرف خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا ذریعہ عملی طور سے قرآن کریم کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہت کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص یا ادارے کی" (کراچی ۱۹۴۸ء)

حضرت عمرؓ نے اعلان فرمایا تھا:

"کوئی شخص اپنا نام "حکم" یا "ابوالحکم" نہ رکھے کیونکہ حکم اللہ تعالیٰ کا نام ہے" (تاریخ الخلفاء)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

"میں فیصلے کرنے والا نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے فیصلوں کو نافذ کرنے والا ہوں ــ نئی بات نکالنے والا نہیں بلکہ اتباع کرنے والا ہوں" (طبقات سعد ج ۵ ص ۳۴۰)

حکیم الامت کہتے ہیں:

ع الحکم للہ الملک للہ!

مزید فرماتے ہیں:

"جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور کا محکوم ہو، اس کی قبر بھی اس سے پناہ مانگتی ہے"

آہ ظالم! تو جہاں میں بندۂ محکوم تھا	میں نہ سمجھی تھی کہ ہے کیوں خاک تیری سوزناک
تیری میت سے مری تاریکیاں تاریک تر	تیری میت سے زمیں کا پردۂ ناموس چاک
الحذر محکوم کی میت سے سو بار الحذر	اے سرافیل! اے خدائے کائنات! اے جان پاک!

اب سربراہِ مملکت ہونے کی شرائط سن لیجئے :

سربراہِ مملکت نے چونکہ اللہ ہی کے حکم کو نافذ کرنا ہے، اس لئے اولین شرط یہ ہے کہ احکامِ خداوندی اور اللہ کی شریعت سے واقف ہو، عادل و عاقل مسلمان ہو یعنی گواہی قبول ہونے کی شرائط پر پورا اترتا ہو۔ قرآنِ مجید میں عادل ہونے کی شرط موجود ہے :

"یحکم به ذوا عدل منکم" (المائدۃ : ۹۵)

علاوہ ازیں سربراہ منافق، فاسق یا ملعن نہ ہو۔ یہ شرائط سب سے اہم ہیں۔ مزید دوسری شرائط بھی ہیں مگر بنیادی یہی ہیں۔

اب منافق نہ ہونے کی شرط کو لیجئے۔ قرآنِ مجید میں منافق کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں :

(۱) "اذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنك صدودا" (النساء : ۶۱)

یعنی "جب اختلاف دور کرنے اور معاملات نپٹانے کیلئے ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ وحی کی طرف تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ کنی کترانے لگتے ہیں۔"

امام ابن قیمؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

کہ "اگر تم ان کو کتاب و سنت کے حکم کی طرف دعوت دو تو ان کو اعراض کرتا دیکھو گے، ان کی ذاتی زندگیوں کو دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان کے اور کتاب و سنت کی ہدایات کے درمیان عملی طور پر بہت ہی فاصلہ ہے۔" (صفات المنافقین مصنفہ ابن قیم)

نفاق اور ملوکیت دونوں کا مذہب مکر و فریب ہے ؎

ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ — خلافت حفظِ ناموسِ الٰہی است

خلافت اور ملوکیت کا یہی بنیادی فرق ہے جس کو اقبال نے مذکورہ بالا شعر میں بیان کیا ہے۔

(۲) "ولا یأتون الصلوٰۃ الا وھم کسالی ولا ینفقون الا وھم کارھون" (البقرۃ : ۵۴)

یعنی "وہ نماز کے لئے (مسجد میں) آتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو کراہت کے ساتھ۔"

جبکہ ایک دوسری آیت میں مسلمان کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ "وہ مسجد میں [illegible] کرتا ہو" :

"انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر" (التوبۃ : ۱۸)

گویا جو مسجد میں نماز ادا نہیں کرتا اس کا ایمان مشتبہ ہے۔

اس سلسلے میں مسلم کی احادیث بھی غور طلب ہیں۔ یہ احادیث صحیح مسلم، صحیح ابن عوانہ، مسند احمد وغیرہ میں کثیر طرق سے مروی ہیں۔ ان کا بنیادی نکتہ حسب ذیل ہے:

"یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد برئ ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع فقالوا افلا نقاتلھم؟ قال لا ما صلوا!"

یعنی "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر ایسے لوگ بھی حکومت کریں گے جن کی بعض باتوں کو تم معروف پاؤ گے اور بعض کو منکر۔ پس جس نے ان کے منکرات پر اظہار ناراضگی کیا وہ بری الذمہ ہوا۔ اور جس نے ان کو ناپسند کیا وہ بھی بچ گیا۔ مگر جو ان پر راضی ہوا اور پیروی کرنے لگا وہ ماخوذ ہوگا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ پھر ہم ایسے حکام سے جنگ نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا، نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں!"

قرآن مجید میں ہے:

"فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا"

"پھر ناخلف ان کے جانشین ہوگئے، انہوں نے نماز کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی یہ لوگ برباد ہوں گے"

نیز یہ کہ:

"قال انی جاعلک للناس اماما، قال ومن ذریتی، قال لا ینال عھدی الظالمین" (البقرۃ ۱۲۴)

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا، میں آپ کو لوگوں کا امام بناؤں گا، انہوں نے کہا کہ میری اولاد میں سے بھی! فرمایا، یہ عہد ظالموں کے لئے نہیں ہے"

ظالم سے کیا مراد ہے؟ یہ دوسری جگہ بیان فرمایا:

"من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ"

یعنی "جو اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا"

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ مشرک، کافر، فاسق، فاجر سب ظالم ہیں۔ پس فاسق معلن تو کسی صورت میں سربراہ مملکت نہیں بن سکتا۔

یاد رہے کہ شراب پینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے[1] اس وجہ سے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ شرابی اور فاسق و فاجر سے بغض رکھے اور ان پر لعنت کرے[2]۔

[1] لعن اللہ الخمر وشاربھا وساقیھا وبائعھا ومبتاعھا ... الحدیث (ابوداؤد)

سربراہِ مملکت یا وزیر وغیرہ ہونے کے لئے علمِ دین کی ضرورت قرآنِ کریم میں دیئے گئے حضرت یوسف ؑ کے اس قول سے ثابت ہے جو آپؑ نے اس وقت کے بادشاہ سے کہا تھا:

"قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم" (یوسف: ۵۵)

کہ "مجھے ملک کے خزانوں کا مختار بنا دے کیونکہ میں حفاظت کرنے والا، علم رکھنے والا ہوں۔"

ظاہر ہے کہ حضرت یوسف ؑ کو جو علم حاصل ہوا تھا وہ وحی کے ذریعے ہی حاصل ہوا تھا اور حضور ؐ کا بھی تمام علم وحی کا علم ہی تھا مزید اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان کر دیا کہ علم والے اور بغیر علم والے برابر نہیں ہو سکتے:

"قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" (الزمر: ۹)

پس جاہل کم علم اسمبلی کے ممبر نہیں بن سکتے۔

اب یہ بھی سوال ہوتا ہے کہ قرآن میں اولی الامر کی اطاعت سے کیا مراد ہے؟

ابوبکر الجصاص متعلقہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد جابر بن عبداللہ، حسن، عطاء، مجاہد (اور ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباسؓ) کے نزدیک، فقیہ اور عالمِ دین مراد ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے ایک دوسری روایت کے مطابق اس سے مراد فوجی افسر ہیں۔ یہ جائز ہے کہ اس سے مراد دونوں ہوں۔ کیونکہ فوجی افسر اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہیں اور علماء، اسلام کو قائم اور نافذ کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت اس آیت سے بھی ملتا ہے:

"فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون"

یعنی "اگر تم نہیں جانتے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو وحی الٰہی سے واقفیت رکھتے ہیں۔"

آگے جا کر جصاص اس آیت پر بحث کرتے ہیں:

"ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم"

(النساء: ۸۲)

یعنی "ان کو چاہیئے کہ ایسی خبروں کو رسول اللہ اور ایسے لوگوں کی طرف پھیر دیں جو اپنے علم کے ذریعے اس امر کے متعلق تحقیق کر سکیں۔"

اس آیت میں اولی الامر سے مراد حسن، قتادہ اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک، فقہ اور علمِ دین جاننے والے لوگ ہیں اور سدی کے نزدیک فوجی افسر اور حکام ہیں جو خبروں کی تحقیق کر سکتے ہیں۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کہ اس سے مراد سب گروہ ہوں۔

پھر لکھتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد علماء اس لئے ہیں کہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے واقف

ہوتے ہیں - یہ بات قرآن کی ایک دوسری آیت سے بھی ثابت ہے:

"فلولا نفرمن کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون" (التوبۃ: ۲۲)

یعنی "ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی سے ہر حصہ سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو ڈراتے اور خبردار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلموں) کی روش سے بچتے رہیں"

جصاص اس آیت کو ذکر کر کے کہتے ہیں کہ اس آیت نے مومنوں پر یہ فرض کر دیا کہ جب علماء ان کو ڈرائیں اور خبردار کریں تو وہ متنبہ ہو جائیں - مزید وہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ ایک آیت میں استنباط کا ذکر کیا گیا ہے اور استنباط شرعی کسی نظیر کے مطابق کیا جاتا ہے - اس سے اجتہاد اور قیاس کا ثبوت ملتا ہے - ظاہر ہے ایسا استنباط تو عقلاء و علماء ہی کر سکتے ہیں جو قرآن اور حدیث و فقہ میں دسترس رکھتے ہوں - پس ان آیات سے علماء کا اولی الامر ہونا ثابت ہو گیا -

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ "اولی الامر کی دو اقسام ہیں - ایک حکام دوسرے علماء - یہی دونوں قسم کے لوگ ہیں کہ اگر یہ درست ہیں تو لوگ درست ہو جائیں گے - ان دونوں پر اللہ ورسول کی اطاعت واجب ہے - اگر کوئی مشکل معاملہ پیش آجائے تو ایسے کی تقلید کی جائے جس کے علم اور دین پر لوگ راضی ہوں (فلہ ان یقلد من یرتضی علمہ ودینہ الخ) "

مزید لکھتے ہیں:

"حکومت کرنے میں حکام اور قضاۃ پر حتی الامکان اسی طرح شریعت کی پابندی لازم ہے جس طرح عبادات میں لازم ہے (یہ وجوب قدرت کے مطابق ہے . . . . . اسی وجہ سے حضورؐ نے عمرانؓ بن حصین سے کہا کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر نماز ادا کر" (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص ۱۳۶ / ۱۳۷)

مزید آپ لکھتے ہیں کہ:

"مقصود یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو . . . . رسولوں کو بھیجنے اور کتب کے نازل کرنے کا مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو انصاف پر قائم رکھا جائے اور وہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ادا کریں - اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید" پس جو کتاب اللہ سے روگردانی کرے تو اس کو فولاد سے سیدھا کیا جائے - اس واسطے دین کو قائم رکھنا قرآن اور تلوار سے ہوتا ہے - حضرت جابرؓ

فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جو بھی قرآن سے روگردانی کرے ہم اس کو تلوار سے ماریں ۔پس ہمیں اس پس منظر میں دیکھنا چاہیئے اور الاقرب فالاقرب کے اصول پر حاکم بنانا چاہیئے، جو بھی اس مقصود سے قریب تر ہو، اس کو والی بنایا جاتے ۔" (محولہ بالا، ص ۲۴)

صحیح مسلم و ابوداؤد میں حدیث موجود ہے کہ جس نے کسی کو عامل (حاکم) بنایا اور وہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے بہتر شخص اور قرآن وسنت کا بہتر عالم موجود ہو تو اس نے اللہ، اس کے رسولؐ اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی ۔"

سربراہ یا حاکم بنانے کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ وہ ایسا نہ ہو جس پر اللہ نے لعنت کی ہو۔ مثلاً شراب پینے والے یا سود میں ملوث شخص پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔ (دیکھئے جامع الصغیر)

اسی طرح وہ شخص ایسا بھی نہ ہو جس کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں منع کر دیا ہے ۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے :

"ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ " (الکھف ـ ۲۸)

یعنی "اس کا حکم نہ مانو، جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ ہوائے نفس کے پیچھے لگا ہے ۔"

یعنی بے نماز اور شریعت پر نہ چلنے والا، سنت پر عمل کرنے والا حاکم نہیں بن سکتا ۔

" قاضی ابو یوسف کو جب معلوم ہوا کہ علی بن عیسیٰ وزیر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا تو اس کی شہادت رد کر دی۔" (سیرت ابی یوسف مؤلفہ کوثری ص ۶۶)

ابو یوسفؒ نے خلیفہ کے ایک وزیر کی شہادت اس لئے رد کر دی کہ انہوں نے اس کو خلیفہ سے یہ کہتے سنا کہ میں آپ کا غلام ہوں"۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ "اگر واقعی غلام ہے تو غلام کی شہادت مقبول نہیں۔ اگر غلام نہیں تو جھوٹ بولا اور جھوٹے کی شہادت مقبول نہیں ۔" (التقضار والقضاۃ تالیف شہیر ارسلان، مطبوعہ بیروت، صفحہ ۱۹۹)

ثابت ہوا کہ وزیر یا افسر کو چاپلوس یا جی حضوریا نہیں ہونا چاہیئے ۔ ایسے وزیر کی شہادت بھی نامقبول ہے اور وہ اس عہدے کے بھی قابل نہیں ہے ۔

قرآن کے مطابق عقل والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی ۔ الخ (آل عمران ۱۹۰ ـ ۱۹۱)

قرآن مجید میں ہے کہ "جب تم نماز پڑھ چکو، پھر کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کو یاد کرو" الخ (النساء : ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافروں اور منافقوں سے جہاد کا حکم دیا ہے ۔منافق کی پہچان یہ ہے کہ وہ اسلام کا نام تو زبانی لیتا ہے بلکہ ایمان لانے کا حلف بھی اٹھاتا ہے مگر علم و عمل سے کورا ہوتا ہے ۔مثلاً قرآن علمار کی فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے ۔مگر یہ لوگ الٹا علمار کو کہتے ہیں کہ ہماری فرمانبرداری کرو ۔امام غزالی احیار العلوم کتاب العلم الباب الاول میں لکھتے ہیں :

"شهد الله انه لا اله الا الله هو والملئكته واولوالعلم قائما بالقسط" (آل عمران)

یعنی "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، اس کی گواہی دی اللہ تعالیٰ نے ، فرشتوں نے اور علم والوں نے"

دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی گواہی کا ذکر کیا ، پھر فرشتوں کی گواہی کا ذکر کیا اور پھر علمار کی گواہی کا ذکر فرمایا ۔علمار کی بزرگی اور بلند مقام کیلئے یہ آیت کافی ہے ۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات " (المجادلة : ۱۱)

یعنی "اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو بلند کریگا اور علمار کے لئے ان سے بھی اوپر اعلیٰ درجات ہیں"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ علمار کے درجات ایمانداروں سے اوپر سات سو درجات ہوں گے کہ دو درجوں کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہوگی ۔قرآن مجید میں ہے :

"قل کفیٰ بالله شهیدا بینی وبینکم ومن عنده علم الکتاب" (الرعد : ۴۳)

یعنی "اے رسولؐ ، آپ فرما دیجئے کہ میری نبوت پر تمہارے اور میرے درمیان گواہ اللہ تعالیٰ خود ہے اور اس کے بعد وہ شخص جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم ہے ، یہ کافی گواہ ہیں"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

"انما یخشی الله من عباده العلماء"

یعنی "اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرنے والے صحیح معنوں میں علمار ہی ہیں"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

"العلماء ورثة الانبياء"

کہ "علمار انبیار کے وارث ہیں"

ظاہر ہے کہ کوئی رتبہ نبوت کے درجے سے بڑھ کر نہیں ۔اس سے معلوم ہوا کہ اس کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور مقام شرف وبزرگی نہیں ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ عالم دین کے واسطے زمین اور آسمانوں میں جو چیز ہے ، مغفرت طلب کرتی ہے ۔اب اس سے بڑھ کر کون سا منصب ہوگا جس منصب والے کیلئے آسمان وزمین کے فرشتے مغفرت چاہنے میں مشغول ہوں ۔ . . آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کو تین آدمیوں

کی شفاعت قبول ہوگی۔ پہلے انبیاء، پھر علماء اور پھر شہداء (ابن ماجہ) یعنی انبیاء کے بعد اور شہیدوں سے اوپر علماء کا مقام ہے۔ اچھے علماء وہی ہیں جو حاکموں کو ان کے غلط کاموں پر ٹوکیں اور علماء سوء وہ ہیں جو حکام کی ہاں میں ہاں ملائیں۔"

غزالی نے احیاء العلوم ج ۱ ص ۹ پر ابو نعیم کی حدیث بیان کی ہے:

"قال صلی اللہ علیہ وسلم: اقرب الناس من درجۃ النبوۃ اھل العلم والجھاد، اما اھل العلم فدلوا الناس علی ما جاءت بہ الرسل واما اھل الجھاد فجاھدوا باسیافھم علی ما جاءت بہ الرسل"

"کہ اہل علم کو نبوت کے قریب مقام اس لئے ملا کہ انہوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو رسول لے کر آتے ہیں۔ اور مجاہدین کو بلند مقام اس لئے ملا کہ وہ رسولوں کی لائی ہوئی باتوں کی خاطر ہتھیاروں سے جنگ کرتے ہیں۔"

راقم الحروف کہتا ہے کہ وہ سپاہی جو نظام مصطفےٰ اور وحی الٰہی کے نفاذ اور اس پر عمل کرتے ہوئے جہاد کرتے ہیں وہ اللہ کے دوست ہیں۔ مگر جو سپاہی نظام مصطفےٰ کے خلاف انگریز کے بنائے ہوئے قوانین کو نافذ کرنے کے لئے کام کرتے ہیں، وہ سپاہی کیا ہیں؟ عیاں راچہ بیاں!

جہاد بھی نماز کے اصول پر قائم کیا گیا ہے۔ نماز کی طرح اللہ اکبر کے نعرے جہاد میں لگائے جاتے ہیں اور حدیث کی رُو سے دونوں افضل الاعمال ہیں۔ جہاد کے موقع پر بھی قرآن مجید کے مطابق فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے باری باری نماز باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔

مزید غزالی لکھتے ہیں کہ حضور ؐ نے فرمایا: "ایک قبیلہ کے مرجانے سے ایک عالم کا مرجانا زیادہ نقصان دہ ہے" زبیدی نے شرح احیاء میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: "عالم کے مرنے سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے کہ قیامت تک پُر نہیں ہوتا۔"

جو حکمران سچ مچ قرآن و سنت پر ایمان رکھتے ہیں وہ علماء سے کیا برتاؤ کرتے تھے؟ ذیل کے واقعہ سے اس کا اندازہ لگائیے:

"ایک مرتبہ بادشاہ ہند سکندر لودھی مولانا عبداللہ سلطان پوری کے ساتھ جارہا تھا۔ راستے میں ایک مست ہاتھی آتا دکھائی دیا۔ سکندر لودھی نے خود کو آگے اور مولانا کو پیچھے کر دیا۔ مولانا نے سلطان سے کہا کہ کہیں تخت و تاج ایک سلطان سے محروم نہ ہو جائے۔ سلطان نے جواب دیا کہ میری طرح ایک لاکھ افغان ہیں۔ اس لئے میری جگہ پر تخت و تاج کو تو ایک سلطان مل جائیگا لیکن مولانا عبداللہ سلطان پوری کی طرح

ہندوستان میں پھر اور کوئی پیدا نہ ہوگا۔" (دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلیٹنٹ آف دہلی مؤلفہ اشتیاق حسین قریشی ص ۱۷۸)

اگر کوئی علاقہ ایسا ہے کہ وہاں ایک ہسپتال ہومیو پیتھ ڈاکٹر چلا رہے ہیں اور آپ ہومیو پیتھی طرز علاج کی جگہ ایلو پیتھی طرز علاج رائج کرنا چاہیں تو اگر ہومیو پیتھ ڈاکٹر یہ کہیں کہ آپ ایلو پیتھ ماہرین کا ایک بورڈ بٹھائیں اور وہ چھ ماہ یا سال میں ایک مجموعہ علاج تیار کر کے ہمیں دے دیں، پھر ہم اس کو دیکھ کر ایلو پیتھی کا علاج ہسپتال میں رائج کر دیں گے تو کوئی ذی شعور اس بات کو قبول نہیں کریگا۔ بلکہ اس کے لئے طریقہ صرف یہی ہے کہ سب ہومیو پیتھ ڈاکٹروں کی جگہ ایلو پیتھ ڈاکٹر مقرر کر دیئے جائیں اور ہسپتال کا سربراہ بھی ایک ایلو پیتھ ڈاکٹر کو مقرر کر دیا جائے۔ کوئی اور طریقہ صرف خیال خام بلکہ خود فریبی ہی قرار پائیگا۔ پس ثابت ہوا کہ اگر شریعت کو نافذ کرنا ہے تو سربراہِ مملکت اور وزراء ایسے لوگ ہی بن سکتے ہیں جو شریعت سے واقف ہوں۔ شریعت سے جاہل لوگ ہرگز شریعت نافذ نہیں کر سکتے اور اگر کوشش کریں گے تو ان کا ویسا ہی حال ہوگا جیسا کہ ایک عطائی ڈاکٹر میو ہسپتال میں جا کر اپریشن کرنا شروع کر دے اور سامنے سرجری کی کتاب کھول کر رکھ لے۔ بقول ڈاکٹر اقبال اس کا حال وہی ہوگا کہ خود اندھا دوسرے اندھوں کی آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے

بے بصیرت سرمہ با کورے دہد

البتہ ذیلی طور پر علماء کے بعد اسلام دشمن قوتوں سے جنگ کرنے والے اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے قتال کرنے والے فوجی افسر اور قرآن و سنت کے مطابق ملکی انتظام کرنے والے حکام اور اسلامی قوانین کے مطابق فیصلہ دینے والے قضاۃ یا جج صاحبان و لیڈر بھی ضمناً اولی الامر کے گروہ میں شامل ہیں۔ اس سلسلے میں تابعی کبیر ابو الاسود الدؤلی کا قول عمدہ ہے، آپ فرماتے ہیں:

"لیس شیئ اعز من العلم، الملوک حکام علی الناس والعلماء حکام علی الملوک"

کہ "علم سے زیادہ عزت والی کوئی چیز نہیں ہے۔ سربراہانِ حکومت لوگوں کے حاکم ہوتے ہیں اور علماء ان سربراہوں کے حاکم ہوتے ہیں"

اگر کوئی شخص ماہرِ اقتصادیات یا ماہرِ سائنس ہے تو وہ مشیر یا متعلقہ محکمہ کا سربراہ تو بن سکتا ہے۔ مگر ملک کی سربراہی کیلئے عالم شریعت ہونا ضروری ہے۔

پس قرآن و سنت سے ہر طرح علماء کی افضلیت فوجی افسران، قضاۃ اور حکام پر ثابت ہوگئی۔ یہ دلائل ان لوگوں کیلئے کافی ہونے چاہئیں، جو اسمبلی میں جا کر حلف اٹھائیں کہ ہم قرآن اور اسلامی تعلیمات

پر ایمان رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کا مصرعہ ان کی نظم "حکومتِ الٰہی" سے ملاحظہ ہو۔

ع آمری از ماسوا اللہ کافری است

اقبال کا یہ مصرعہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

"ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون ۔ ۔ ۔ ھم الظالمون ۔ ۔ ۔ ھم الفاسقون"

ان آیات کے مطابق جو سربراہ قرآن وسنت کے مطابق حکومت نہیں کرتا وہ قرآن مجید کی رو سے کافر، ظالم اور فاسق ٹھہرتا ہے اور اس طرح حکومت کرنے کے نااہل ہو جاتا ہے۔

"ابو یوسف فرماتے ہیں کہ زنا کی تہمت لگانے والے یعنی قاذف کی گواہی توبہ کرنے کے بعد بھی قبول نہیں کی جائیگی:

"لا یقبل للقاذف شھادۃ ابداً"

توبہ کا معاملہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہی رہے گا۔ پس ثابت ہوا کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کے مرتکب کو توبہ کے بعد بھی اعلیٰ عہدہ نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت ابوبکرؓ ذمہ داری کا کام تائب کو نہیں سونپتے تھے۔ (صدیق اکبرؓ مؤلفہ سعید احمد ص ۳۲۲ مطبوعہ دہلی)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے فاسق و فاجر کو عامل بنایا یہ جانتے ہوئے کہ وہ فاجر ہے تو بنانے والا بھی اسی کے مثل ہے۔ (التقصار و القضاۃ)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک عامل کو محض اس وجہ سے معزول کر دیا کہ وہ حجاج کے ماتحت تھوڑی دیر کے لئے کام کر چکا تھا۔ اس پر عامل نے کہا کہ میں نے تو بہت ہی مختصر عرصہ اس کے نیچے کام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صحبتِ مختصر ہم اس عہدے کے لئے قابلِ قبول نہیں۔

مشکل یہ ہے کہ جن صاحبان نے قرآن کو پڑھا ہی نہیں وہ مسلمانوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو خبردار کر دیا ہے کہ کچھ لوگ حلف اٹھا کر اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں گے لیکن حقیقت میں ایسا نہ ہوگا۔

"ویحلفون باللہ انھم لمنکم وما ھم منکم ولکنھم قوم یفرقون" (التوبۃ ۵۶)

پس ثابت ہوا کہ مسلمان ہونے کے لئے بعض حالات میں اور بعض لوگوں کیلئے حلف اٹھانا بھی قرآن کی رو سے کافی نہیں ہوتا۔ اس لیے لئے مسلمانوں کا عمل یعنی مسلمانوں کے ساتھ پابندی سے مساجد میں نماز پڑھنا اور دیگر ارکانِ اسلام ادا کرنا اور مسلمانوں کی روش اختیار کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد صحن مسجد میں بیٹھ جاتے ۔ جس کو بات کرنا ہوتی، کر لیتا ۔ ورنہ تھوڑی دیر انتظار کر کے اٹھ جاتے ۔ (الفاروق ج ۲ ص ۲۲۶)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ انصاف اور غربا پروری کے لئے حکام کا پانچ وقت مسجد میں جانا کتنا ضروری ہے ۔ زمانۂ سلف میں عدالتی فیصلے اسی واسطے مسجد میں ہوا کرتے تھے تاکہ غریب سے غریب آدمی بھی جلد از جلد بلا روک ٹوک عدالت تک پہنچ سکے ۔

"جب حضرت عمرؓ کو کسی عامل کے متعلق یہ خبر پہنچتی کہ وہ مریض کی عیادت نہیں کرتا یا غریب کو اس تک پہنچنے میں مشکل ہوتی ہے تو معزول کر دیا جاتا ۔" (الخراج ص ۱۱۷)

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام — پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف — ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں!
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب — پادشاہوں کی نہیں ، اللہ کی ہے یہ زمیں !

بقیہ تصریحات :

. . . کہ آپ اسلام کے اُن غداروں ، ملک کے اُن بدخواہوں اور عوام کے اُن دشمنوں کا محاسبہ کریں ، اُن پر مقدمات چلائیں ، اُن کی بداعمالیوں کا کھوج لگائیں ـــــ اور اُن کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں ، جو اس صورتِ حال کے ذمہ دار ہیں ! ـــــ یقینِ واثق ہے کہ :

پوری قوم آپ کی شکر گذار ہوگی ـــــ خدا کے ہاں آپ سرخرو ہوں گے (ان شاء اللہ) ـــــ اور آپ کی جانبداری ہرگز ہرگز متاثر نہ ہوگی کہ آپ وہی کام کریں گے جس کا ربّ ذوالجلال نے آپ کو حکم دیا ہے ـــــ

ـــــ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ ـــــ وما علینا الا البلاغ ـــــ !